

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام اوزاعی کا علمی مقام

اور

بین الاقوامی مسائل پر ان کے اجتہادات

اختر امام عادل قاسمی

مہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور

شائع کردہ

مفتی ظفیر الدین اکیڈمی، جامعہ ربانی منوروا شریف

حضرت امام ابو عمرو و عبد الرحمن الاوزاعیؒ (ولادت ۸۸ھ وفات ۷۵ھ)
 (دوسری صدی ہجری کی ان نابغہ روزگار شخصیتوں میں ہیں، جنہوں نے اپنے عہد
 پر بہت گہرے اثرات ڈالے، اور جن کے علم و فضل کی شہادت بڑے بڑے علماء
 اور اعیان وقت نے دی۔

امام اوزاعیؒ کے عہد میں سیاسی انقلابات

امام اوزاعیؒ نے کئی اسلامی خلفاء اور حکمرانوں کا زمانہ پایا، خلافت بنی امیہ
 کا عروج بھی دیکھا اور اس کا زوال بھی، خلفاء بنی امیہ میں ولید بن عبد الملک (م ۹۶
 ۷۰ھ) سے مروان بن محمد (م ۳۲ھ) تک مسلسل سات خلفاء کا زمانہ دیکھا،¹ اس کے
 بعد خلافت عباسیہ کا دور شروع ہوا اور پھر ابو العباس السفاح (م ۳۶ھ) اور ابو
 مسلم خراسانی (م ۷۳ھ) جیسے خلفاء اور سالاروں نے بنو امیہ کے قصر خلافت کی
 اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی، اور مواخذہ و انتقام کے ایسے ایسے مظاہرے ہوئے

¹ - سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۰۹ للامام شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان
 الذهبي المتوفى 748 هـ 1374 م الجزء الاول أشرف على تحقيق الكتاب
 وخرج أحاديثه * حقق هذا الجزء شعيب الارنؤوط * حسين الاسد مؤسسة
 الرسالة، الطبعة التاسعة 1413 هـ 1993 م مؤسسة الرسالة بيروت -
 شارع سوريا - بنایة صمدي وصالحة۔

جس سے اسلامی حکمرانی کی تاریخ اب تک نا آشنا تھی، اور یہ سب کچھ امام اوزاعیؒ کی آنکھوں کے سامنے ہوا، خلافت عباسیہ کی تاریخ ابو العباس السفاح سے شروع ہوتی ہے، امام اوزاعیؒ اس وقت تک بہت با اثر ہو چکے تھے، سفاح کے بعد خلافت پر اس کا چچا عبداللہ بن علی ناجاز طور پر قابض ہو گیا، بڑی مشکل سے یہ خلافت ابو جعفر منصورؒ (م ۱۵۸ھ) کو ملی، اس میں امام اوزاعیؒ کی مساعی کا بھی بڑا دخل تھا، اور منصور ہمیشہ ان کا احسان مندرہا، منصور کے دور خلافت ہی میں امام اوزاعی کا انتقال ہوا، یعنی خلافت بنی امیہ سے خلافت عباسیہ تک پورے دس حکمرانوں کا زمانہ حکومت آپ نے دیکھا، بہت سے سرد و گرم چکھے، بے شمار تجربات ہوئے، اور نظر و فکر میں وسعتیں پیدا ہوئیں۔

علمی و دینی عروج و اقبال کا دور

یہ تو سیاسی حکمرانی کا حال ہے، آپ کے دور میں علم و کمال اور زہد و تقویٰ کی فراوانی کا بھی یہی حال تھا، پورا عہد علماء و محدثین اور اصحاب کمال سے لبریز تھا، اسلام کی علمی تاریخ کا یہ سب سے خوبصورت دور تھا، چشم فلک نے صفحہ رگبتی پر اہل علم اور اصحاب فضل و کمال کی بیک وقت اتنی بڑی تعداد اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی، اور نہ اس کے بعد کبھی یہ حسرت پوری ہوئی، اسی لئے تاریخ میں بجا طور پر اس دور کو عصر اجتہاد کہا جاتا ہے، آج جن بڑی ہستیوں کا نام لیا جاتا ہے

2- التاريخ الاسلامی والحضارة الاسلامیة ج ۳ ص ۸۱ دکتور احمد الشلبی۔

، تقریباً وہ سب اس دور میں موجود تھیں، مثلاً:

☆ کوفہ میں :- حضرت ابراہیم النخعیؒ (۳۶ - ۹۶ھ)، حضرت حماد بن

ابی سلیمانؒ (۱۲۰ھ)، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ (۸۰ھ - ۱۵۰ھ)، سفیان

ثوریؒ (۹۷ھ - ۱۶۱ھ)۔

☆ بصرہ میں :- حضرت حسن بصریؒ (۲۱۰ھ - ۱۱۰ھ)، حکم بن عتیبؒ (۱۱۳ھ)

☆ شام میں :- مکحول الشامیؒ (۱۱۲ھ)

☆ مکہ معظمہ میں :- عطاء بن ابی رباحؒ (۲۷ھ - ۱۱۴ھ)، سفیان بن عیینہؒ

(۱۰۷ھ - ۱۶۱ھ)۔

☆ مدینہ منورہ میں :- ربیعۃ الرائیؒ (۱۳۶ھ)، امام مالکؒ (۹۳ھ - ۱۷۹ھ)

۔ (

☆ یمن میں :- طاؤس بن کیسانؒ (۳۳ھ - ۱۰۶ھ)

☆ اور مصر میں :- لیث بن سعدؒ (۹۳ھ - ۱۷۵ھ)، یزید بن ابی حبیبؒ)

(۱۲۸ھ - ۱۵۳ھ)۔

☆ امام شافعیؒ کی عمر امام اوزاعیؒ کی وفات کے وقت سات سال کی تھی

، امام احمد بن حنبلؒ ان کی وفات کے سات سال کے بعد پیدا ہوئے، اہل خراسان

کے امام اسحاق بن راہویہؒ ان کی وفات کے ۴ سال کے بعد پیدا ہوئے، اور امام

محمد بن جریر طبریؒ ان کی وفات کے ستتر (۷۷) سال بعد پیدا ہوئے، وغیرہ،

امام اوزاعیؒ کے علم و کمال کا اعتراف

ایسے مبارک دور میں اور ایسے ممتاز اصحاب کمال کی موجودگی میں امام اوزاعیؒ نے خداداد صلاحیت اور بے پناہ علم و کمال کی بدولت اپنا ایک ممتاز مقام بنایا، اور اپنے علم و عمل، زہد و تقویٰ، احتیاط اور قوت ایمانی کی بنا پر ایسی انفرادیت حاصل کی کہ ایک زمانہ نے اس کا اعتراف کیا مثلاً: ☆ اسحاق بن راہویہ کہتے تھے: جس مسئلہ پر امام ثوریؒ، امام اوزاعیؒ اور امام مالکؒ متفق ہو جائیں اس کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔³ ☆ عبدالرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں: چار حضرات امام زمانہ تھے: ۱- کوفہ میں سفیان ثوریؒ، ۲- حجاز میں امام مالکؒ، ۳- شام میں امام اوزاعیؒ، ۴- بصرہ میں حماد بن زید۔⁴

☆ یحییٰ بن معینؒ کا قول ہے: علماء چار ہیں۔ امام ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، اور امام اوزاعیؒ۔⁵

☆ ابو اسحاق فزاریؒ نے کہا: امام اوزاعیؒ عام انسانوں کے رہنما تھے

³ سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۱۶، مختصر تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۳۲۱ المؤلف: محمد بن مکرم بن منظور الأفريقي المصري (المتوفى: 711هـ) (الشاملة)

⁴ - تهذيب الكمال ج ۱۷ ص ۳۱۳ المؤلف: جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن عبد الرحمن المزني (المتوفى: 742هـ) مؤسسة الرسالة الطبعة الرابعة 1406 - 1985 م، سير اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۱۳، مختصر تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۳۲۰،

⁵ - البداية والنهاية ج ۱۰ ص ۱۱۶ المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الدمشقي (المتوفى: 774هـ) دار احیاء التراث العربی طبعه جدیدة محققه الطبعة الاولى 1408

، اگر مجھے اس امت کے لئے امام و خلیفہ کے انتخاب کا اختیار ہوتا تو میں امام
اوزاعیؒ کو منتخب کرتا⁶۔

☆ ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ: میں نے امام اوزاعیؒ سے زیادہ عبادت
گزار نہیں دیکھا⁷

☆ ابراہیم بن محمد الفزاریؒ فرماتے ہیں: اگر امت کو سخت مشکل پیش
آئے اور اوزاعی ان کے درمیان موجود ہوں تو سارے لوگ ان کی طرف رجوع
کریں گے⁸۔

☆ رشد بن سعدؒ کہتے ہیں کہ: ایک بار مشہور صوفی بزرگ حضرت
ابراہیم بن ادہمؒ کا گذر امام اوزاعیؒ کی درگاہ سے ہوا، انہوں نے علماء اور طلبہ کا جم
غفیر دیکھا تو حیرت سے فرمایا: اگر حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس اتنا بڑا حلقہ ہوتا تو وہ
بھی عاجز آجاتے⁹

عوامی مقبولیت

امام اوزاعیؒ بلا تفریق مذہب و ملت ہر طبقہ میں بے حد مقبول تھے، ان
کی محبت، رحمدلی، دیانت، انابت الی اللہ، عزم راسخ، قوت ایمانی، جرأت و عزیمت

⁶۔ سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۱۳
⁷۔ سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۱۹ ، البدایة والنہایة ج ۱۰ ص
۱۱۷ ،

⁸۔، مختصر تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۳۲۰ ،

⁹۔، البدایة والنہایة ج ۱۰ ص ۱۳۷ ،

، و فور علمی اور تواضع وانکسار نے ان کو محبوب خاص و عام بنا دیا تھا، خاص طور پر شام میں ان کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ ان کے بعد کسی کے حصے میں نہیں آئی، کہتے ہیں کہ ان کی وفات کی خبر سے پورے شام میں کہرام مچ گئی اور جنازہ میں وہ ازدحام ہوا جو حد شمار سے باہر تھا، مسلمان تو مسلمان، یہود و نصاریٰ اور قبطنی بھی اس کاروان غم میں شریک تھے، سب بے حد غمزدہ اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے، کسی کی موت پر اقوام و ملل کا ایسا اجتماعی کرب و غم تاریخ نے بہت کم دیکھا ہے¹⁰، امام اوزاعیؒ کی اسی مقبولیت عامہ اور علمی و عملی مقام نے منصور کے لئے خلافت کی راہ آسان کی، اور بعد کے امراء اور گورنر بھی ہمیشہ امام اوزاعیؒ کا لحاظ کرتے رہے، اور ان کے ساتھ کسی بے احترامی کے روادار نہ ہوئے¹¹،

امام اوزاعیؒ ایک مستقل مسلک فقہی کے بانی

امام اوزاعیؒ امام اہل الشام کے نام سے شہرت رکھتے ہیں، وہ ایک مستقل مسلک فقہی کے بانی اور امام ہیں، ان کا قیام ملک شام میں تھا اس لئے قدرتی طور پر اہل شام نے ان کے مسلک کو قبول کیا، بڑے بڑے علماء و محدثین حلقہ تلمذ میں داخل ہوئے، مثلاً: ابواسحاق الفزازیؒ (جو امام اوزاعی کے بعد امام اہل الشام ہوئے)، اسماعیل بن عبداللہ بن سماعہؒ، سفیان ثوریؒ، سعید بن عبدالعزیزؒ، شعبہ بن

¹⁰ -- سیر اعلام النبلا ء ج ۷ ص ۱۲۷ ،

¹¹ - البدایة والنہایة ج ۱۰ ص ۱۲۰ ، سیر اعلام النبلا ء ج ۷

ص ۱۲۶ ، مختصر تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۳۳۹ ،

(۳۵) کا نام ملتا ہے¹⁴۔

اسی طرح قاضی رملہ ابو زرعد دمشقیؒ بھی فقہ میں امام اوزاعیؒ کی طرف میلان رکھتے تھے¹⁵، لیکن بعد میں یہ اس سے منحرف ہو گئے اور مسلک شافعی کے مطابق فیصلے کرنے لگے، بلکہ کچھ اس قدر متشدد ہوئے کہ مسلک شافعی کی مشہور کتاب مختصر المزنی حفظ کرنے والوں کو ایک ایک سو (۱۰۰) دینار انعام کے طور پر دیتے تھے، یہیں سے مسلک اوزاعی کا زوال شروع ہوا، اور شام میں مسلک شافعی پھیل گیا¹⁶۔

اس سلسلہ کا آخری نام قاضی دمشق احمد بن سلیمان بن ایوب بن حذلم الاسدیؒ (م ۳۴ھ) ہے، جامع دمشق میں ان کا بڑا حلقہ درس تھا، ان کے بعد پھر

¹⁴ - طبقات الفقهاء ج ۱ ص ۷۲ المؤلف : أبو اسحاق إبراهيم بن علي الشيرازي (المتوفى : 476هـ) هذبهُ : محمد بن مكرم ابن منظور (المتوفى : 711هـ) المحقق : إحسان عباس الطبعة : 1 تاريخ النشر : 1970 الناشر : دار الرائد العربي عنوان الناشر : بيروت - لبنان

¹⁵ - تاريخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۶۵، المؤلف : أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي (المتوفى : 463هـ) (الشاملة)

¹⁶ - طبقات الشافعية ج ۲ ص ۱۰۲، البداية والنهاية ج ۱۱ ص

دمشق میں مسلک اوزاعی کا کوئی حلقہ درس قائم نہیں ہوا¹⁷۔

اسی طرح اندلس اور بلاد مغرب میں بھی کچھ برسوں تک مذہب اوزاعی سرکاری مذہب کے طور پر جاری رہا، ابتدائی صدیوں میں کئی سو سال تک یہاں مذہب حنفی کی حکمرانی رہی ہے، لیکن بعد میں کچھ سیاسی مصالح کے پیش نظر مذہب حنفی کی جگہ پر مذہب اوزاعی کو فروغ ہوا اور تقریباً چالیس (۴۰) تک مذہب اوزاعی وہاں چھایا رہا¹⁸۔

اسی دور کے مشہور فقہاء میں ایک نام عبد الملک بن الحسین (م ۲۳۲ھ) کا ہے، جو حضرت ابورافعؓ مولیٰ رسول اللہ ﷺ کی نسل سے تھے، یہ مسلک اوزاعی کے ممتاز علماء میں تھے، لیکن بعد میں جب یہ طلیطلہ کے قاضی بنے اس مسلک کو چھوڑ کر انہوں نے مسلک مالکی اختیار کر لیا، اور پھر آہستہ آہستہ مختلف اسباب و وجوہ کے تحت مسلک مالکی پورے دیار مغرب میں پھیل گیا، اور بڑے بڑے مالکی فقہاء ان علاقوں میں پیدا ہوئے، اور مسلک اوزاعی ناپید ہو گیا¹⁹۔

¹⁷ - النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ج ۳ ص ۳۲۰ المؤلف : ابن

تغري بردي ، جمال الدين يوسف بن عبد الله (المتوفى : 74ھ) وطبع

الكتاب كاملاً في القاهرة سنة 1963م في ثمانية مجلدات ضخمة ،

¹⁸ - البداية والنهاية ج ۱۰ ص ۲۰۹۔

¹⁹ -الديباج المذهب في معرفة أعيان علماء المذهب ج ۱ ص ۱۵۷ المؤلف

: إبراهيم بن علي بن محمد، ابن فرحون، برهان الدين اليعمري (المتوفى :

799ھ) (الشاملة)

حیات اوزاعیؒ کے نشیب و فراز

اس طرح مذہب اوزاعی کو بہت زیادہ پھیلنے کے مواقع نہ مل سکے، اور طاقتور شروعات کے باوجود آہستہ آہستہ یہ سمٹنا چلا گیا، ان کے مسلک کے عروج و زوال میں ان کی زندگی کا عکس ملتا ہے:-

☆ ایک وقت تھا کہ ان کے وسیع تر حلقہ درس کو دیکھ کر حضرت ابراہیم بن ادہم گورنر شک آگیا تھا، اور شام کے بڑے بڑے امراء ان کے اثر و رسوخ اور عوامی مقبولیت سے گھبراتے تھے،²⁰

☆ فقہی مہارت کا حال یہ تھا کہ پچیس سال (۲۵) کی عمر سے ہی کار افتاء شروع فرمادیا تھا²¹۔

☆ دنیا ان کی فصاحت و بلاغت اور حسن خط کالوہامانتی تھی، ان کی زبان سے نکلے ہوئے جملے ضرب الامثال کی طرح مشہور ہو جاتے تھے، زمانہ حج میں علماء و محدثین کا ان کے گرد اس قدر ازدحام ہوتا تھا، کہ کسی کے بارے میں کوئی جملہ ارشاد فرمادیا تو وہ عالم اسلام کے آخری حدود تک پہنچ جاتا تھا، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ بھی ان کے جملوں کی زد سے محفوظ

²⁰ - مختصر تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۳۳۹ ،

²¹ -- مختصر تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۳۱۶ ، - البدایة والنہایة ج ۱۰

نہیں رہ سکے تھے، امام ابو حنیفہؒ کے امام اوزاعیؒ سے ہونے والے مناظرات اور امام محمدؒ کی کتاب السیر اس کے بہترین گواہ ہیں،۔۔۔ مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا، امام ابو حنیفہؒ سے بھی ان کے کئی مناظرے مشہور ہیں،۔۔۔ تقریر ایسی فصیح و بلیغ اور اثر انگیز کرتے تھے کہ مجمع میں کوئی انسان اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکتا تھا

22۔

خطوط میں جملے ایسے بچے تلے لکھتے کہ شاہی درباروں کے بلند اقبال منشی اور خوش نویس ان کی نقلیں اتارنے میں فخر محسوس کرتے، اور شہنشاہ وقت منصور ان کے خطوط کو اپنے سامنے رکھ کر ان کے لکھے ہوئے جملوں سے لذت حاصل کرتا تھا²³۔۔۔

لیکن پھر ان کی زندگی میں وہ وقت بھی آیا کہ ابو مسہرؒ فرماتے ہیں کہ: زندگی کے آخری ایام میں امام اوزاعیؒ اپنی حق گوئی کی بنا پر بالکل تنہا رہ گئے تھے، ان کے پاس ایک شخص بھی بیٹھنے والا نہ تھا، اور اس وقت تک ان کی موت نہ آئی جب تک کہ ان کے کان گالیوں سے بھر نہیں گئے،²⁴ یہی حال ان کے مسلک فقہی کا ہوا، شام کے علاقہ میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیلا، جس کے اثرات بعد میں بلاد مغرب تک پہنچ گئے، لیکن دو سو (۲۰۰) سال ہی گزرے تھے کہ

22 - سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۱۰ ،

23 - البداية والنهاية ج ۱۰ ص ۱۱۶۔

24 - مختصر تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۳۳۹

اس نے اپنے بال و پر سمیٹنے شروع کر دیئے،۔۔۔ اس دوران بڑے بڑے علماء و فقہاء ان کے حلقہ تقلید میں داخل ہوئے، مگر مذہب اوزاعی کی باقاعدہ تدوین عمل میں نہ آسکی، جبکہ امام اوزاعیؒ ان اولین علماء و فقہاء میں ہیں جنہوں نے علم کے جمع و تدوین اور تصنیف و تالیف کی طرف توجہ فرمائی، خاص طور پر شام میں اس معاملہ میں ان سے کوئی سبقت نہیں رکھتا²⁵۔

خود انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں:

۱۔ الرد علی سیر ابی حنیفہؒ، ۲۔ السنن فی الفقہ، ۳۔ المسائل فی الفقہ، ۴۔

۔ مسند الاوزاعی ۵۔ مسند الشامین وغیرہ²⁶۔

مگر آج نہ ان کا مذہب مدون حالت میں موجود ہے اور نہ ان کی تصنیفات کتابی دنیا میں میسر ہیں، صرف تاریخ کے صفحات پر ان کی تصنیفات کا تذکرہ ملتا ہے،

کتاب سیر الاوزاعی۔ بین الاقوامی مسائل پر ایک شاہکار تحریر

امام اوزاعیؒ کی صرف ایک کتاب آج دنیائے علم کو میسر ہے، وہ ہے

²⁵ - سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۱۱۱، ۱۲۸،

²⁶ - الفہرست ج ۱ ص ۳۱۸ المؤلف : أبو الفرج محمد بن إسحاق بن

محمد الوراق البغدادي المعروف بابن النديم (المتوفى : 438ھ) تحقیق رضا

۔ تجدد حقوق الطبع محفوظہ للمحقق طبعة مصر تك: تکملة الفہرست

طب: طبعنا هذه ككشف الظنون ج ۲ ص ۱۶۸۳،

”کتاب سیر الاوزاعی“، اور وہ بھی غالباً اس لئے کہ یہ کتاب ایک زندہ جاوید شخصیت، علم فقہ کے مدون اول اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے رد میں لکھی گئی تھی، جس کا پس منظر یہ بتایا جاتا ہے کہ امام محمدؒ کی مایہ ناز کتاب ”کتاب السیر“ جو دراصل حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مسائل سیر کا مجموعہ ہے، امام اوزاعیؒ کی نظر سے گذری، امام اوزاعیؒ نے پوچھا: یہ کس کی کتاب ہے؟ جواب میں امام محمد بن الحسن العراقی کا نام لیا گیا، اس پر امام اوزاعیؒ نے یہ تبصرہ فرمایا کہ: عراق والوں کو رسول اللہ ﷺ کے مغازی و سیر کا کیا علم؟ یہ تو شام و حجاز کی چیز ہے، عراق تو بعد میں فتح ہوا۔۔۔

امام محمدؒ کو یہ تبصرہ ناگوار گذرا، چنانچہ انہوں نے ”السیر الکبیر“ کے نام سے اس سے بھی زیادہ ایک مفصل کتاب تحریر فرمائی، اور جن مسائل کا اجمال اور اختصار کے ساتھ سیر صغیر میں ذکر آیا تھا ان سب کو دلائل و شواہد سے مزین فرمایا، ظاہر ہے کہ امام محمدؒ کو امام اوزاعیؒ کی کتاب اور ان کے بین الاقوامی نظریات کا بھی علم تھا، اسی لئے مسائل کی تفہیم و تشریح میں انہوں نے تھوڑی تفصیل سے کام لیا اور ہر مسئلے کو مدلل کرتے ہوئے ان کی آراء کو پیش نظر رکھا، امام محمدؒ نے اپنی کتاب میں امام اوزاعیؒ کا نام نہ لیکر اہل الشام کا عنوان اختیار کیا ہے اور کہیں کہیں اہل حجاز کا بھی نام لیا ہے، اس طرح ہر مسئلہ میں مخالف دلائل کا احاطہ کیا ہے، اور ہر ایک کے تشفی بخش جوابات بھی دیئے ہیں،۔۔۔۔۔

امام محمدؒ کی یہ دوسری کتاب دیکھنے کے بعد غالباً امام اوزاعیؒ کی رائے

متزلزل ہو گئی تھی، پہلی کتاب السیر الصغیر میں صرف مسائل تھے، اس دوسری کتاب میں قرآن و حدیث اور روایات کا بڑا ذخیرہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئے اور ان کی زبان سے صرف یہ نکلا کہ "اگر اس کتاب میں احادیث اور روایات کے حوالے نہ ہوتے تو میں کہتا کہ وہ علم بھی وضع کرتے ہیں"۔۔۔ اس سے زیادہ وہ اس کتاب پر کوئی تبصرہ نہ کر سکے، اور نہ کسی جوابی رد عمل کا اظہار فرمایا۔۔۔ یہ کتاب امام محمدؒ کی خواہش کے مطابق ساٹھ (۶۰) جلدوں میں دربار خلافت میں پیش کی گئی، خلیفہ وقت بے حد متاثر ہوا اور اس کتاب کو مفاخر روزگار میں قرار دیا

27

یہ تو السیر الکبیر کا پس منظر ہے لیکن امام اوزاعیؒ کی کتاب الرد علی سیر ابی حنیفہؒ دراصل امام محمدؒ کی پہلی کتاب السیر الصغیر کا جواب ہے، جب یہ کتاب منظر عام پر آئی، حضرت امام ابو حنیفہؒ دنیا میں موجود نہیں تھے، آپ کے شاگرد رشید حضرت امام ابو یوسفؒ نے امام اوزاعیؒ کی اس کتاب کا جواب "کتاب الرد علی سیر الاوزاعی" کے نام سے تحریر فرمایا، اور ان کے تمام اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے، اور یہی چیز اس کتاب کی زندگی کی ضمانت بن گئی، آج دنیا کی لائبریری میں امام اوزاعیؒ کی کتاب امام ابو یوسفؒ کی کتاب کے حوالے سے پڑھی جا رہی ہے، ورنہ ان کی اصل کتاب کا نسخہ ان کی دیگر کتابوں کی طرح

27 - کشف الظنون ج ۲ ص ۱۰۱۳ المؤلف : مصطفی بن عبد الله کاتب

جلبي القسطنطيني (المتوفى : 1067هـ)، کتاب الام ج ۱ ص ۱۰۱،

زینت تاریخ بن چکا ہے²⁸۔

امام ابو یوسفؒ کی یہ کتاب بھی امام اوزاعیؒ تک بالیقین پہنچی ہوگی ، لیکن اس پر امام اوزاعیؒ کی طرف سے کسی مثبت یا منفی رد عمل کا ذکر تاریخ میں نہیں ملتا²⁹۔

بعد میں حضرت امام شافعیؒ کی نظر سے ان دونوں بزرگوں کی تحریرات گذریں ، تو کچھ تعلیقات انہوں نے بھی اس کتاب میں شامل فرمائیں ، اور اکثر مسائل میں امام اوزاعیؒ کے ساتھ اپنی حمایت کا اظہار فرمایا ، یعنی میرے اپنے شمار کے مطابق ۳۴ بنیادی مسائل میں صرف چھ یا سات (۷) مسئلوں میں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ اپنی موافقت ظاہر کی ہے باقی تمام مقامات پر امام شافعیؒ نے امام اوزاعیؒ کے ساتھ اپنے اتفاق کا اظہار کیا ہے ، اور اس کی دلیلیں بھی فراہم کی ہیں ، اس طرح اس کتاب کو ایک اور زندگی ملی ، اور اب یہ تینوں بزرگوں (امام اوزاعیؒ ، امام ابو یوسفؒ ، اور امام شافعیؒ) کی تحریرات کا مجموعہ "کتاب سیر الاوزاعی

²⁸ - امام ابو یوسفؒ کی یہ کتاب علامہ ابو الوفا الافغانیؒ کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ لجنۃ احیاء

المعارف النعمانیۃ حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکی ہے ، اور آسانی دستیاب ہے۔

²⁹ - مقدمة الرد علی سیر الاوزاعیؒ للافغانیؒ ص ۴ مطبوعہ

حیدرآباد

” کے نام سے امام شافعی کی مشہور کتاب ”الام“ کا حصہ ہے³⁰۔

امام اوزاعی کی کتابیں ناپید ہونے کا سبب

امام اوزاعیؒ کی کتابوں کے ناپید ہونے کا سبب ان کے بعض تلامذہ مثلاً ولید بن مسلمؒ کے حوالے سے مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ امام اوزاعیؒ کے زمانے میں بیروت میں زبردست زلزلہ آیا تھا، جس میں بیشتر مکانات منہدم ہو گئے تھے، اور کچھ حصوں میں آگ بھی لگی تھی، امام اوزاعیؒ کا تمام قلمی سرمایہ اسی زلزلہ اور آتش زدگی کی نذر ہو گیا، کہتے ہیں کہ بعد میں ایک شخص نے امام اوزاعیؒ کو ان کی ایک کتاب کا جلا ہوا نسخہ لا کر دیا، مگر عمر نے وفانہ کی اور وہ اپنے علمی سرمایہ کو دوبارہ زندگی نہ دے سکے، اناللہ وانا الیہ راجعون³¹۔

آج فقہ اوزاعی کو قانونی ماخذ نہیں بنایا جاسکتا

ان تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بایں صورت حال فقہ اوزاعی میں قانونی ماخذ بننے کی صلاحیت نہیں ہے، یعنی اگر آج کسی خاص باب یا مسئلہ میں

³⁰ - کتاب الام (۱۱ / گیارہ جلدیں) کا ایک مدلل اور محقق نسخہ پورے آب و تاب کے ساتھ دارالوفا قاہرہ سے ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا ہے، جس میں امام شافعیؒ کی مشہور کتاب ”الرسالۃ“ بھی شامل ہے، کتاب سیر الاوزاعی اس ایڈیشن میں جلد ۹ ص ۱۷۸ سے ۲۷۷ تک ہے، اور ہر مسئلہ پر نمبر بھی ڈالا گیا ہے۔

³¹ -- مختصر تاریخ دمشق ج ۱۴ ص ۳۲۳، سیر اعلام النبلا ء ج

قانونی رہنمائی کی ضرورت ہو تو ائمہ اربعہ کی فقہ کے علاوہ ایک پانچویں ماخذ قانون کی حیثیت سے فقہ اوزاعی کا مطالعہ کرنا مفید نہیں ہوگا، اور نہ اختلافی مسائل میں فقہ اوزاعی کے حوالے سے ائمہ اربعہ کے اقوال و آراء سے خروج کی اجازت ہوگی، اسلئے کہ بوقت ضرورت دوسرے مذہب پر فتویٰ یا عمل کی شرائط میں سے یہ ہے کہ جس مذہب سے وہ شق لی گئی ہے اس کی تمام تفصیلات معتبر کتابوں میں موجود ہوں اور اس عدول میں ان تفصیلات اور قانون کے اس مزاج کی رعایت ملحوظ رکھی ہو جس کی بنیاد پر صاحب مذہب نے وہ شق اختیار کی ہے،

شیخ عبدالغنی النابلسی³² علامہ عبدالرحمن العمادی الحنفی^(۱۵۰۱ھ) کے

حوالے سے رقمطراز ہیں:

يجوز للحنفى تقليد غير امامه من الائمة الثلاثة
فيما تدعو اليه الضرورة، بشرط ان يلتزم جميع ما يوجب
ذلك الامام فى ذلك³²

ترجمہ: حنفی کے لئے ضرورت کے وقت اپنے امام کے علاوہ ائمہ ثلاثہ میں سے کسی امام کی تقلید جائز ہے بشرطیکہ متعلقہ مسئلہ میں اس امام کی جملہ مقتضیات کی رعایت کی جائے۔

اسی بات کو علامہ ابن عابدین نے اس طرح بیان فرمایا:

وأنه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدا

³² خلاصة التحقيق فى حكم التقليد والتلفيق للشيخ عبدالغنى

النابلسى ص ۲۲ مطبوعه استنبول ۱۹۹۳ ۷

فیه غیر امامہ مستجمعا شرطہ³³

توجب تک کسی امام کا مذہب مدون حالت میں موجود نہ ہو کسی بھی باب میں اس مسئلہ کی تمام تفصیلات کا علم کیونکر ممکن ہوگا، اسی لئے ہمارے فقہاء نے اقوال شاذہ، روایات مجبورہ اور کتب مختصرہ کی نقول پر بھی عمل و فتویٰ سے منع فرمایا ہے³⁴ کہ ان کی صحیح تفصیل جب تک معلوم نہ ہو اس کو معمول بہ نہیں بنایا جاسکتا۔

اسی بنا پر تقریباً تمام ہی علماء و مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کوئی مذہب فقہی پوری طرح مدون حالت میں موجود نہیں ہے، اس لئے تقلید و عمل میں ان کے علاوہ کسی پر اعتماد کرنا ممکن نہیں³⁵۔

علامہ ابن نجیم تحریر فرماتے ہیں:

فَقَدْ صَرَّحَ فِي التَّحْرِيرِ أَنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلَى عَدَمِ الْعَمَلِ
بِمَذْهَبٍ مُخَالَفٍ لِلْأَرْبَعَةِ لِانْضِبَاطِ مَذَاهِبِهِمْ وَانْتِشَارِهَا وَكَثْرَةِ

³³ - رد المختار علی "الدر المختار : شرح تنویر الابصار" ج ۱ ص ۱۸۹

المؤلف : ابن عابدین ، محمد أمین بن عمر (المتوفی : 1252ھ)

³⁴ - رد المختار علی "الدر المختار : شرح تنویر الابصار" ج ۱ ص ۱۸۷

المؤلف : ابن عابدین ، محمد أمین بن عمر (المتوفی : 1252ھ)

³⁵ - ائمہ اربعہ کے مذاہب فقہی کے علاوہ فقہ ظاہری، فقہ زیدی، فقہ جعفری اور فقہ اباضی

بھی آج مدون حالت میں موجود ہیں، مگر وہ یہاں زیر بحث نہیں اور نہ قابل عمل ہیں۔

ترجمہ: التحریر میں اس کی صراحت موجود ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی مذہب مخالف پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مدون بھی ہیں، مشہور بھی ہیں اور ان کے متبعین بھی بکثرت موجود ہیں۔

علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

الدليل يقتضي التزام مذهب معين بعد الأئمة الأربعة, لا قبلهم. والفرق أن الناس كانوا قبل الأئمة الأربعة لم يدونوا مذاهبهم -----وأما بعد أن فهمت المذاهب ودونت واشتهرت وعرف المرخص من المشدد في كل واقعة, فلا ينتقل المستفتي³⁷ ترجمہ: دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے بعد کسی معین مذہب کی پابندی ضروری ہو، اس لئے کہ ائمہ اربعہ سے قبل ان کے مذاہب مدون نہیں

³⁶ - الأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ ج ١ ص ١٠٨ عَلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ التُّعْمَانِ الْمُؤَلَّفِ :

السَّيِّخُ زَيْنُ الْعَابِدِينَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نُجَيْمٍ (926-970هـ) الناشر : دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان الطبعة : 1400هـ=1980م عدد الأجزاء : 1

³⁷ - البحر المحیط في أصول الفقه ج ٣ ص ٥٩٧ المؤلف : بدر الدين محمد

بن عبد الله بن بهادر الزركشي (المتوفى : 794هـ) المحقق : محمد محمد

تامر الناشر : دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان الطبعة : الطبعة الأولى،

1421هـ / 2000م مصدر الكتاب : موقع مكتبة المدينة الرقمية

تھے۔۔۔ لیکن اب مدون بھی ہیں اور مشہور بھی ہیں، ہر مسئلہ میں رخصت و شدت کا علم بآسانی ممکن ہے، اس لئے اب مستفتی کو ادھر ادھر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے عقد الجید اور الانصاف دونوں کتابوں میں اس مسئلہ پر بہت اچھی روشنی ڈالی ہے، عقد الجید سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

وإذا تعین الإعتقاد علی أقاویل السلف فلا بد من أن تكون أقوالهم التي يعتمد عليها مروية بالإسناد الصحيح أو مدونة في كتب مشهورة وأن تكون مخدومة بأن يبين الراجح من محتملاتها ويخصص عمومها في بعض المواضع ويقيد مطلقها في بعض المواضع ويجمع المختلف منها ويبين علل أحكامها وإلا لم يصح الاعتقاد عليها وليس مذهب في هذه الأزمنة المتأخرة بهذه الصفة إلا هذه المذاهب الأربعة اللهم إلا مذهب الإمامية والزيدية وهم أهل البدعة لا يجوز الاعتقاد علی أقاویلهم³⁸

ترجمہ: جب سلف کے اقوال پر اعتماد کرنا طے ہے تو ان کے اقوال کے قابل اعتماد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ سند صحیح کے ساتھ منقول ہوں، یا

³⁸ - عقد الجید فی أحكام الاجتهاد والنقلید ص ۱۳ المؤلف: أحمد بن عبد الرحيم الدهلوي الناشر: المطبعة السلفية - القاهرة، 1385 تحقيق: محب الدين الخطيب عدد الأجزاء: 1، كذلك في كتاب الانصاف في بيان اسباب الاختلاف ص ۲۸ مطبوعه استنبول ۱۹۹۴ء۔

مشہور کتابوں میں مدون ہوں، اور ان کے رائج و مرجوح، خاص و عام اور مطلق و مقید کا پتہ ہو، مسئلہ اختلافی ہے یا اتفاقی یہ معلوم ہو، احکام کی علتوں کی وضاحت ہو، ان شرائط کے بغیر کوئی قول قابل اعتماد نہیں ہو سکتا، ان آخری ادوار میں مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی مذہب فقہی میں یہ کیفیت موجود نہیں ہے، سوائے زیدیہ اور امامیہ وغیرہ کے مذاہب کے مگر وہ اہل بدعت ہیں ان کے اقوال پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔

دیگر ائمہ سلف کے مذاہب و آراء کی طرف رجوع معاذ اللہ اس لئے ممنوع نہیں کہ وہ کمتر شان رکھتے ہیں، بلکہ اس لئے کہ ان کی صحیح تفصیلات ہم کو معلوم نہیں، شیخ عبدالغنی النابلسیؒ رقمطراز ہیں:

اما تقليد مذہب من مذاہبہم الآن غير المذاهب الاربعۃ فلا يجوز لا لنقصان في مذہبہم ورجحان المذاهب الاربعۃ علیہم۔۔۔ بل لعدم تدوين مذاہبہم وعدم معرفتنا الآن بشروطها وقيودها وعدم وصول ذلك الينا بطريق التواتر

39

ترجمہ: اب مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی بھی مذہب فقہی کی تقلید جائز نہیں ہے، کسی نقص کی بنا پر نہیں اور نہ اس لئے کہ مذاہب اربعہ سے وہ کمتر ہیں۔۔۔ بلکہ اس لئے کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کوئی مذہب فقہی مدون نہیں ہے اور

39 - خلاصۃ التحقيق في حكم التقليد والتلفيق للشيخ عبدالغنى

النابلسي ص 3 مطبوعه استنبول 1994ء

اور نہ اس کی شرائط و قیود کا ہمیں علم ہے، اور تو اتر کے ساتھ یہ چیزیں ہم تک نہیں پہنچیں۔

ان مباحث کی روشنی میں ہمیں اس نتیجہ تک پہنچنے میں کوئی دشواری نہیں ہے، کہ امام اوزاعیؒ کی فقہ ایک انتہائی قابل قدر سرمایہ ہونے کے باوجود بحالات موجودہ قانون کا ایک نامکمل ذخیرہ ہے، ان کے اقوال و آراء بلکہ تفردات بھی ہم تک براہ راست مآخذ سے نہیں پہنچے، بلکہ دیگر مسالک کے فقہاء یا اصحاب تاریخ و رجال نے مختلف مناسبتوں سے جن اقوال کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے، وہ ہم تک اپنے پس منظر اور دیگر تفصیلات کے بغیر ذیلی ذرائع سے پہنچے ہیں، اس لئے ائمہ اربعہ کے معتبر اور مدون اقوال کو چھوڑ کر ان منتشر اقوال و آراء کو قانون کی بنیاد بنانا درست نہیں،۔۔۔۔

فقہ اوزاعی کے اکثر مسائل مذاہب اربعہ میں موجود ہیں

علاوہ ازیں تفردات کا استثناء کر کے امام اوزاعیؒ کے اکثر اقوال ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے یہاں لازماً موجود ہیں، اس کا اندازہ امام اوزاعیؒ کی واحد دستیاب کتاب "سیر الاوزاعی" پر امام شافعیؒ کی تعلیقات اور تبصروں سے ہوتا ہے، کہ چند مسائل کو چھوڑ کر اکثر مسائل میں امام شافعیؒ نے امام اوزاعیؒ کے ساتھ اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے، اور بعض میں کچھ قیدیں بھی بڑھائی ہیں،۔۔۔۔ اسی پر ہم امام اوزاعیؒ کے دیگر اقوال و آراء کو بھی قیاس کر سکتے ہیں،۔۔۔۔ اس صورت حال میں کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ مذاہب اربعہ کے بجائے کسی غیر مدون

فقہ کو بنیاد بنایا جائے، کیونکہ غیر مرتب اقوال فقہاء کی کوئی کمی نہیں ہے اس طرح کے نوادرات کا تتبع کرنا دینی اعتبار سے نقصان دہ بھی ہے، خود امام اوزاعیؒ کا مشہور قول ہے: من أخذ بنوادر العلماء خرج من الإسلام⁴⁰

ترجمہ: جو علماء کے نوادرات کو لے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

غرض فقہ اوزاعی کے تعلق سے ہماری تمام تر تحقیقات اور علمی سرگرمیوں کا مقصد امام اوزاعی کی عظیم شخصیت اور ان کے علوم و افکار کا احیا اور تاریخ کے انتہائی قیمتی دور سے اپنا رشتہ استوار کرنا ہونا چاہئے، نہ کہ ان کے اقوال و آراء پر کسی قانون کی عمارت تیار کرنا، یہی امام اوزاعیؒ کے ساتھ بھی انصاف ہو گا اور قانون اسلامی کے ساتھ بھی۔

فقہ کے بہت سے ابواب میں امام اوزاعیؒ کے اقوال موجود ہیں، جن سے مسلک اوزاعیؒ کا ایک ذہنی خاکہ تیار ہوتا ہے اور فقہ اوزاعی کے ذوق و مزاج کا بھی اندازہ ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ وہ ایک مستقل مسلک فقہی کے بانی ہیں تو زندگی کے تمام ہی ابواب کے تعلق سے قانونی ہدایات موجود رہی ہوں گی اور تقریباً تین صدیوں تک افراد اور ریاستوں نے جن کے عملی تجربات بھی کئے

⁴⁰ - سنن البيهقي الكبرى ج ١٠ ص ٢١١ حديث نمبر : ٢٠٧٠٧ المؤلف :

أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي الناشر : مكتبة دار الباز - مكة المكرمة ، 1414 - 1994 تحقيق : محمد عبد القادر عطا عدد الأجزاء

ہونگے، یہ تو نظام قدرت کے تحت ان کے مسلک فقہی کے لئے اتنی ہی زندگی مقدر تھی، اس لئے ان کا مذہبی اور فقہی سرمایہ قصہ ماضی بن گیا، آج جو کچھ بھی موجود ہے وہ اس عظیم مسلک فقہی کا بہت تھوڑا حصہ ہے، لیکن ان کھنڈرات سے اس عظیم مسلک کے شان و شکوہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے،۔۔۔۔

بین الاقوامی مسائل پر امام اوزاعیؒ کے بعض افکار و آراء

البتہ بین الاقوامی مسائل پر ان کے افکار و آراء کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے، اور اس کا سبب ان کی وہ کتاب ہے جو انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے رد میں لکھی تھی، امام اوزاعیؒ کی اس مختصر کتاب کا موازنہ اگر ہم امام محمد کی السیر الصغیر یا السیر الکبیر سے کریں، تو مسائل کی تعداد کے لحاظ سے دونوں میں کوئی نسبت نہیں ہے، امام اوزاعیؒ کی اصل کتاب موجودہ کتابی سائز کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ بیس (۲۰) صفحات پر مشتمل ہوگی اور ان میں بھی بنیادی طور پر صرف چونتیس (۳۴) مسائل سے تعرض کیا گیا ہے، اور اگر ضمنی مسائل کو بھی شامل کر لیں تو اس کی تعداد زیادہ سے زیادہ چالیس (۴۰) تک پہنچے گی⁴¹، علاوہ ازیں امام اوزاعیؒ نے جن مسائل میں اپنا اختلاف درج کرایا ہے، ان میں

⁴¹ - جبکہ امام محمدؒ کی السیر الصغیر میں ایک سو بہتر (۱۷۲) مسائل ہیں اور السیر الکبیر مع شرح السرخسیؒ کا جو نسخہ میرے پاس ہے وہ بیروت سے شائع ہوا ہے، پانچ جلدوں میں تقریباً پندرہ سو (۱۵۰۰) صفحات پر مشتمل ہے اور دو سو اٹھارہ (۲۱۸) ابواب کے تحت اس میں سینکڑوں مسائل زیر بحث آئے ہیں۔

اکثر مسائل آج کے دور میں بہت زیادہ اہم نہیں ہیں،۔۔۔۔

البتہ بین الاقوامی مسائل میں امام اوزاعی کی ایک اضافی اہمیت یہ ہے کہ وہ خود اس کا عملی تجربہ رکھتے تھے، اسلامی تحفظ سرحد فوج کے ایک جانباز سپاہی کی حیثیت سے وہ ان مسائل سے براہ راست قربت رکھتے تھے، امام اوزاعی نے اپنی عمر کے آخری ادوار میں بیروت کی سرحدی فوج میں ملازمت اختیار کر لی تھی، اور اپنی صحت تک اس ملازمت پر برقرار رہے،⁴² اس لحاظ سے اگر امام اوزاعیؒ بین الاقوامی مسائل پر کوئی مبسوط کتاب لکھتے تو اسلامی لائبریری میں یقیناً ایک قیمتی اضافہ ہوتا، یا ان مسائل کے تعلق سے ان کے مذہب کی بقیات موجود ہوتیں تو یقیناً علم و فکر کی بہت سی نئی جہتیں سامنے آسکتی تھیں، لیکن قدر اللہ ماشاء۔

ہمارے سامنے ان کی صرف ایک کتاب سیر الاوزاعیؒ ہے جو امام ابو یوسفؒ کی کتاب الرد علی سیر الاوزاعی اور امام شافعیؒ کی کتاب الام کے حوالے سے ہم تک پہنچی ہے، دیگر مصنفین و محدثین نے بھی انہی کتابوں کے حوالے سے ان کے اقوال نقل کئے ہیں، اس لئے اسی کتاب سے چند بین الاقوامی مسائل پر امام اوزاعیؒ کے نظریات پیش کئے جاتے ہیں،۔۔۔۔۔ اور میرے خیال میں

⁴² -وفیات الأعیان وأنباء أبناء الزمان ج ۳ ص ۱۲۷ المؤلف : أبو العباس

شمس الدین أحمد بن محمد بن أبي بكر بن خلکان (المتوفى : 681ھ) المحقق

: إحسان عباس الناشر : دار صادر - بيروت ،البداية والنهاية ج ۱۰

اس موقعہ پر اس بحث کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ ان نظریات میں فکری معنویت کتنی ہے؟ اور امام شافعیؒ کے محاکمے اور تعلیقات میں کس حد تک واقعیت ہے؟ اس لئے کہ خود امام محمدؒ نے ہی السیر الکبیر میں ان تمام دلائل و شواہد پر تفصیلی روشنی ڈال دی ہے، جن پر ان نظریات کی بنیاد ہے، ان کے بعد شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی (م ۴۸۳ھ) نے بھی شرح السیر الکبیر میں مخالف دلائل و اعتراضات کا احتساب کیا ہے، اور ہمارے آخری دور میں علامہ ابو الوفاء افغانی ثم حیدرآبادیؒ نے حضرت امام ابو یوسفؒ کی کتاب "الرد علی السیر الاوزاعیؒ" پر اپنی قیمتی تعلیقات میں امام شافعیؒ کے تبصروں کو پیش نظر رکھا ہے، اس طرح یہ بحث مکمل ہو چکی ہے، اب اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

دارالحرہ میں مال غنیمت کی تقسیم

☆ اگر کسی اسلامی لشکر یا فوجی ٹکڑی کو جنگی حالات کے دوران غیر مسلموں کی سر زمین میں کچھ مالی فتوحات (مال غنیمت) حاصل ہوں تو کیا دارالحرہ میں ہی شرکاء لشکر کے درمیان ان کی تقسیم کی جاسکتی ہے؟ یا مملکت اسلامی تک افواج کی مع اموال غنیمت بحفاظت واپسی کا انتظار کیا جانا چاہئے؟ -- امام اوزاعیؒ کے نزدیک دارالحرہ میں ہی اس کی تقسیم کی جانی چاہئے⁴³، امام شافعی کی رائے بھی یہی ہے،⁴⁴ اس لئے کہ ان اموال میں ان فوجیوں کا حق قائم

⁴³ کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسف ص ۵۔

⁴⁴ کتاب الام ج ۹ ص ۱۷۵ کتاب سیر الاوزاعی۔

ہو چکا ہے جنہوں نے اس جنگی مہم میں حصہ لیا ہے، اور اپنے حق کی بنا پر اس میں وہ شرکت کے حقدار ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے متعدد غزوات کے بارے میں منقول ہے کہ اختتام جنگ پر مال غنیمت کی تقسیم کے بعد ہی آپ کی واپسی عمل میں آئی، مثلاً غزوہ بنی المصطلق، ہوازن، حنین اور خیبر وغیرہ میں آپ نے مقام جنگ پر ہی مال غنیمت کی تقسیم فرمادی، امام اوزاعی کا خیال یہ ہے کہ یہ تسلسل بعد کے ادوار میں بھی (حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت عثمانؓ سے حضرت عمر ابن عبدالعزیزؓ کی خلافت تک) جاری رہا۔⁴⁵

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر فوج کو واقعی ایسی ضرورت نہ ہو تو دارالہرب میں رہ کر مال غنیمت کی تقسیم جائز نہیں، جب تک کہ دارالاسلام میں مال غنیمت کا احراز عمل میں نہ آجائے، اور تمام افواج بحفاظت وطن واپس نہ ہو جائیں، اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ بعد میں آنے والی کمک بھی اس میں شریک ہو سکے گی، اور ایسا نہ کرنے سے کئی اہم متعلق لوگ اپنے حق سے محروم ہو سکتے ہیں، جہاں تک قیام حق کا مسئلہ ہے، تو محض قیام حق سے حکم ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ احراز کے ساتھ وہ مؤکد نہ ہو جائے،⁴⁶

⁴⁵ - کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسف ص ۵ -

⁴⁶ - المبسوط للسرخسی باب معاملة الجیش مع الکفار ج ۱۰ ص ۵۴

تألیف: شمس الدین أبو بکر محمد بن أبی سهل السرخسی دراسة وتحقیق: خلیل

حضور ﷺ نے حنین کا مال فنی طائف سے واپسی پر مقام جعرانہ میں لوگوں کی طلب پر تقسیم فرمایا،⁴⁷

اسی طرح جنگ بدر میں مال غنیمت کی تقسیم مدینہ کی واپسی کے بعد ہوئی، اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اس میں کئی ایسے لوگوں مثلاً حضرت طلحہؓ اور حضرت عثمان غنیؓ وغیرہ کو حصہ دار بنایا جو بظاہر جنگ میں شریک نہیں تھے، لیکن درحقیقت مسلمان کے جنگی مفاد ہی میں مصروف تھے،⁴⁸

رہا خیبر و ہوازن وغیرہ کا معاملہ تو کافروں کی شکست اور صلح کے بعد وہ سارا علاقہ مملکت اسلامی کا حصہ بن چکا تھا، گواکثر آبادی وہاں غیر مسلموں کی تھی، مگر کفر کی شوکت ٹوٹ چکی تھی اور باضابطہ معاہدہ کی روشنی میں اس کو

محي الدين الميس الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان
الطبعة الأولى، 1421هـ - 2000م

⁴⁷ - الجامع الصحيح المختصر ج 3 ص 1133 حديث نمبر: 2929 المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري الجعفي الناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت الطبعة الثالثة، 1407 - 1987 تحقيق: د. مصطفى ديب البغا
أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة - جامعة دمشق عدد الأجزاء: 6
⁴⁸ - سنن البيهقي الكبرى ج 6 ص 293 حديث نمبر: 12998 المؤلف: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي الناشر: مكتبة دار الباز - مكة المكرمة، 1414 - 1994 تحقيق: محمد عبد القادر عطا عدد الأجزاء:

دارالاسلام میں شامل کر لیا گیا تھا اس لئے وہاں رہتے ہوئے مال غنیمت کی تقسیم میں مضائقہ نہیں تھا، امام ابو یوسفؒ نے اس پر بہت مدلل گفتگو کی ہے، اور علامہ افغانیؒ نے علامہ سرخسیؒ وغیرہ کی تحقیقات کے حوالے سے امام شافعیؒ کے مباحث کا بھی رد کیا ہے، جو انہوں نے امام اوزاعیؒ کے دفاع میں کتاب الام میں تحریر فرمائے ہیں⁴⁹۔

مال غنیمت سے ہتھیار لینے کا مسئلہ

☆ امام اوزاعیؒ کے نزدیک مسلم فوجیوں کے لئے امیر کی اجازت کے بغیر مال غنیمت سے جنگی ہتھیار لینا درست نہیں، خواہ ان کو اس کی کتنی ہی ضرورت ہو، الا یہ کہ عین معرکہ جنگ میں جب کہ شدید مقابلہ جاری ہو اس کی نوبت آجائے، تو بقدر ضرورت ہتھیار کے استعمال کی اجازت ہے، بشرطیکہ معرکہ ختم ہوتے ہی ہتھیار واپس کر دیا جائے، اور جنگ سے فراغت کا انتظار نہ کیا جائے، اس لئے کہ اس میں ہتھیار کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اور جب تک مال غنیمت کی تقسیم نہ ہو جائے اس وقت تک یہ ہتھیار قومی سرمایے کی حیثیت رکھتے ہیں، اور تمام شریک فوجیوں کا ان میں حق ہے، کسی ایک شخص کو بطور خود ان میں تصرف کی اجازت نہیں ہے، یہ مال غنیمت میں خیانت تصور کی جائے گی⁵⁰ امام

49 - کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسفؒ ص ۱۳ مع حاشیۃ الافغانی۔

50 - کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسفؒ ص ۱۳، ۱۴

شائع بھی ان کے ہم خیال ہیں⁵¹۔

اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی وہ ہدایات ہیں جو مال غنیمت کے تحفظ

کی تاکید اور اس میں خیانت پر وعید کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں⁵²:

عن رويفع بن ثابت الأنصاري رضي الله عنه عن رسول

الله صلى الله عليه و سلم أنه قال عام حنين : من كان يؤمن بالله

واليوم الآخر فلا يأخذن من دابة من المغام فيركبها حتى إذا نقصها

ردها في المغام ومن كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يلبس شيئا من

⁵¹ -كتاب الام ج ٩ ص ١٨١ ،

⁵² -دیکھئے : الجامع الصحيح المختصر ج ٣ ص ١١١٨ حديث نمبر : ٢٩٠٨
 المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير
 ، اليمامة - بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 - 1987 تحقيق : د. مصطفى
 ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة - جامعة دمشق عدد
 الأجزاء : 6 ، الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ١ ص ٧٥ حديث
 نمبر : ٣٢٣ المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري
 النيسابوري الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة - بيروت عدد
 الأجزاء : ثمانية أجزاء في أربع مجلدات ، الجامع الصحيح سنن الترمذي ج ٢
 ص ١٣٨ حديث نمبر : ١٥٧٢ المؤلف : محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي
 السلمي الناشر : دار إحياء التراث العربي - بيروت تحقيق : أحمد محمد شاكر
 وآخرون عدد الأجزاء : 5 الأحاديث مذيبة بأحكام الألباني عليها وغيره۔

المغانم حتى إذا أخلقه رده في المغانم⁵³

ترجمہ: حضرت روایع بن ثابت انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حنین کے موقعہ پر ارشاد فرمایا: جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ہر گز مال غنیمت سے جانور نہ لے کہ سواری کرے اور کمزور ہو جائے تو واپس کر دے، اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ مال غنیمت سے پہننے کے لئے کپڑا نہ لے کہ پرانا ہونے کے بعد واپس کر دے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ سخت ہنگامہ خیز حالات نہ ہونے کے باوجود وقتی ضرورت کے تحت بھی مسلم فوجیوں کے لئے مال غنیمت سے سامان حرب استعمال کرنے اور جنگ سے فراغت تک حسب ضرورت اپنے پاس رکھنے کی اجازت ہے، البتہ جنگ سے فراغت کے بعد ہتھیار کا واپس کر دینا ضروری ہے، امام صاحب کے نزدیک یہ قومی مفاد اور ملک و ملت کی عزت و آبرو کا مسئلہ ہے، ہتھیار کے بغیر تو کوئی جنگ لڑی نہیں جاسکتی، اور ہر چھوٹی چھوٹی ضرورت کے لئے امام کی اجازت کی پابندی بھی مشکل ہے، اس لئے حسب

⁵³ - سنن البيهقي الكبرى ج ٩ ص ٦٢ حديث نمبر : ١٧٧٩١ المؤلف : أحمد

بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي الناشر : مكتبة دار الباز -

مكة المكرمة ، 1414 - 1994 تحقيق : محمد عبد القادر عطا عدد الأجزاء

ضرورت مال غنیمت سے ہتھیار کا استعمال کیا جاسکتا ہے،⁵⁴

اس رائے کا ماخذ وہ روایات ہیں جن میں بوقت ضرورت مال غنیمت کے

استعمال کی اجازت دی گئی ہے، مثلاً:

عبد اللہ بن ابی اوفی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم قال : کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بخيبر يأتي أحدنا

إلى طعام من الغنيمة فيأخذ منه حاجته⁵⁵

ترجمہ: صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے کہ ہم

لوگ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے مال غنیمت میں کچھ کھانے وغیرہ

کی چیز آتی تھی تو ہر آدمی اپنی ضرورت کے مطابق لے لیتا تھا۔

امام شافعیؒ نے امام اوزاعیؒ کا دفاع کرتے ہوئے ہتھیار کی ضرورت کو

طعام کا ہم پلہ ماننے سے انکار کیا ہے،⁵⁶ حالانکہ میدان جنگ میں کھانے سے زیادہ

⁵⁴ - شرح معاني الآثار ج ۴ ص ۲۷۷ المؤلف : أبو جعفر أحمد بن محمد بن

سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدي الحجري المصري المعروف بالطحاوي

(المتوفى : 321هـ)

⁵⁵ -- شرح معاني الآثار ج ۳ ص ۲۵۲ حدیث نمبر: ۴۸۵۳ المؤلف : أبو جعفر

أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملك بن سلمة الأزدي الحجري المصري

المعروف بالطحاوي (المتوفى : 321هـ) الناشر : دار الكتب العلمية -

بيروت الطبعة الأولى ، 1399 تحقيق : محمد زهري النجار عدد الأجزاء : 4

⁵⁶ - كتاب الام ج ۹ ص ۱۸۰

ہتھیار کی اہمیت ہے، مقابلے کے میدان میں انسان کھڑا چپ چاپ قتل ہو جائے اور ہتھیار غنیمت کے سرد خانے میں پڑے رہیں، یہ کوئی دانشمندی نہیں ہے۔
امام اوزاعیؒ نے جن روایات کا حوالہ دیا ہے ان کا محمل وہ لوگ ہیں جو بلا ضرورت یا بارادہ خیانت مال غنیمت کا استعمال کرنا چاہتے ہیں،۔۔۔ امام ابو حنیفہؒ کی اس تاویل سے تمام روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

پیادہ اور سوار فوجیوں کے حصوں میں فرق

☆ ایک اہم مسئلہ مال غنیمت میں فوجیوں کے درمیان حصوں کے تناسب کا ہے، پیادہ فوج اور سوار فوج کے حصوں میں تفاوت قدرتی ہے، میدان جنگ میں دونوں کی کارکردگی میں نمایاں فرق ہوتا ہے، اس لئے حصے کے تناسب میں بھی فرق ہونا چاہئے، چنانچہ امام اوزاعیؒ کے نزدیک پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو تین حصے ملیں گے، ان کی دلیل یہ روایت ہے:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَسَمَ فِي النَّفْلِ لِلْفَرَسِ بِسَهْمَيْنِ وَلِلرَّجُلِ بِسَهْمٍ.⁵⁷

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کی تقسیم میں گھوڑے کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ مرحمت فرمایا۔

⁵⁷ - سنن الترمذی ج ۶ ص ۲۸ حدیث نمبر: ۱۴۷۵ المؤلف: محمد بن عیسیٰ بن

سورة بن موسیٰ بن الضحاک، الترمذی، أبو عیسیٰ (المتوفی: 279ھ)

حضرت امام ابوحنیفہؒ اس فرق کو دو گنے تک محدود رکھتے ہیں، یعنی
 پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کو اس کا دو گنا⁵⁸، اس کا مأخذ وہ صحیح روایات ہیں جن میں
 صاف طور پر حصے کا یہی تناسب بیان کیا گیا ہے، مثلاً: ایک صحابی بیان کرتے ہیں:
 قَالَ ثُمَّ أَعْطَانِي رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم-
 سَهْمَيْنِ سَهْمُ الْفَارِسِ وَسَهْمُ الرَّاجِلِ فَجَمَعَهُمَا لِي جَمِيعًا⁵⁹
 ترجمہ: مجھے رسول اللہ ﷺ نے دو حصے دیئے ایک گھوڑ سوار کا حصہ
 اور ایک پیادہ کا حصہ، دونوں کو میرے لئے جمع کر دیا۔
 ایک روایت مجمع بن جارية الانصاری کے حوالہ سے ہے:

⁵⁸ - تبين الحقائق شرح كثر الدقائق ج ۳ ص ۲۵۴ فخر الدين عثمان بن علي
 الزيلعي الحنفي. الناشر دار الكتب الإسلامي سنة النشر 1313هـ. مكان
 النشر القاهرة. عدد الأجزاء 6*3، حاشية رد المختار على الدر المختار
 شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة
 ابن عابدين. ج ۴ ص ۱۵۵ الناشر دار الفكر للطباعة والنشر. سنة النشر
 1421هـ - 2000م. مكان النشر بيروت. عدد الأجزاء 8
⁵⁹ - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج ۵ ص ۱۸۹ حديث نمبر
 ۴۷۷۹ المؤلف: أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري
 النيسابوري المحقق: الناشر: دار الجليل بيروت + دار الأفق الجديدة -
 بيروت

فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا.⁶⁰

ترجمہ: حضور ﷺ نے گھوڑسوار کو دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ

مرحمت فرمایا۔

جن روایات میں فرس کے لئے دو حصے کا ذکر ہے ان میں امام ابوحنیفہ فرس بمعنی فارس اور الرجل بمعنی الراجل لیتے ہیں تاکہ روایات میں تطبیق دی جاسکے،۔۔۔۔ ایک تاویل یہ بھی کی گئی ہے کہ بعض مواقع پر گھوڑسواروں کو حضور ﷺ نے جو زائد حصے دیئے وہ بطور حصہ غنیمت کے نہیں بلکہ مال خمس سے بطور انعام کے دیا،۔۔۔۔ نیز روایات سے دو حصہ ملنا تو یقینی طور پر ثابت ہے مگر تین حصے میں شک ہے، اس لئے شک کی بنا پر تین حصے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ ازیں عقلی اعتبار سے اس میں نقص یہ ہے کہ اگر انسان کے لئے ایک حصہ اور سواری کے لئے دو حصے مقرر کئے جائیں تو لازماً سواری کی اہمیت انسان سے زیادہ ظاہر ہوگی، جو اس کے منصب اشرف المخلوقات کے منافی ہے، نیز کوئی بھی سواری انسانی عقل و دماغ کے تحت کام کرتی ہے، خواہ جنگی جانور ہو یا جنگی مشین دونوں بجائے خود کچھ اہمیت نہیں رکھتے، بلکہ انسان کی حکمت اور ناخن تدبیر کے تحت ان کی افادیت ہے، امام اوزاعیؒ کے فلسفے میں انسان سے زیادہ

⁶⁰ - سنن أبي داود ج 3 ص 28 حديث نمبر: 2738 المؤلف : أبو داود

سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي — بيروت عدد

دوسری مخلوق کو اور اصل سے زیادہ واسطوں کو اہمیت دی گئی ہے، جو ناقابل فہم ہے⁶¹۔

دوران جنگ دارالہرب میں شہید ہونے والوں کا حصہ

☆ امام اوزاعی کی رائے میں جو لوگ دوران جنگ دارالہرب میں شہید ہو جاتے ہیں مال غنیمت میں ان کو بھی حصہ ملے گا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے موقع پر ایک شہید شخص کو مال غنیمت سے حصہ دیا تھا⁶²۔

حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ مال غنیمت صرف زندہ لوگوں کے لئے ہے، شہید ہو جانے والوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، ان کے ورثہ اس میں حق وراثت کا دعویٰ نہیں کر سکتے، اس لئے کہ مال غنیمت میں فوجیوں کا حق حق ضعیف ہے، اس میں احراز کے بغیر قوت نہیں آتی، اس لئے وہ قابل وراثت نہیں ہے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے بدر، احد، حنین، اور خیبر کسی بھی جنگ میں شہدا کا حصہ مقرر نہیں فرمایا، اگر کسی موقع پر کو کچھ عطا فرمایا، تو وہ بطور انعام حضور ﷺ کی خصوصیت تھی، عام دستور یہ نہیں تھا،

امام ابو یوسفؒ نے امام زہریؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کسی بھی جنگ میں حضور ﷺ نے شہدا کو شریک غنیمت نہیں فرمایا،۔۔ عبیدہ بن

61 - کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسفؒ ص ۲۱ مع

حاشیۃ الافغانیؒ،

62 - کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسفؒ ص ۲۳،

الحارثؓ کا انتقال بدر کے موقعہ پر واپسی میں مدینہ سے پہلے مقام صفراء پر ہو گیا تھا، ان کو بھی غنیمت سے حصہ نہیں دیا گیا،⁶³

مال غنیمت میں فوجی کمک کا حصہ

☆ دارالحرب میں پہلے سے برسر پیکار فوج کی مدد کے لئے جو فوج پیچھے سے جاتی ہے، وہ اگر پہلی فوج کے دارالحرب سے نکلنے سے قبل اس سے جا ملتی ہے، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پہلی فوج کی مالی فتوحات میں دوسری فوج بھی برابر کی حصہ دار ہوگی، لیکن امام اوزاعیؒ کی رائے میں دوسری فوج کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا، جب تک کہ جنگ میں جا کر شریک نہ ہو، ورنہ یہ دونوں الگ الگ مہم مانی جائے گی، امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ ارض روم کی جنگی مہموں میں متعدد افواج مختلف علاقوں میں برسر پیکار تھیں، لیکن مال غنیمت میں ان کو ایک نہیں مانا گیا۔⁶⁴

لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ نے متعدد روایات و آثار سے ثابت کیا ہے کہ ایک مہم میں الگ الگ پہنچنے والی ٹکڑیوں کو ایک ہی تصور کیا جائے گا، اس لئے کہ ہدف ایک ہے، منزل ایک ہے، ایک کو دوسرے سے ہمت و طاقت ملتی ہے، یہ صرف واقعات کا فرق ہے کہ الگ الگ وقتوں میں ٹیمیں پہنچتی ہیں، پہلی

63 - کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسفؒ ص ۲۴،

64 - کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسفؒ ص ۳۵،

ٹیم دوسری کی مدد سے فتح حاصل کرتی ہے، ایسا نہیں ہے کہ دوسری ٹیم کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے اہل اوطاس اور اہل حنین کی غنیمت کو ایک قرار دیا،

حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت سعد بن الوقاصؓ کو لکھا کہ میں نے آپ کی مدد کے لئے ایک فوج بھیجی ہے، اگر لاشوں کے پھٹنے سے پہلے وہ پہنچ جائے تو اس کو غنیمت میں شریک کیجئے،⁶⁵

حضرت ابو بکر الصديقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں زیاد بن لبیدؓ اور مہاجر بن امیہ کی مدد کے لئے عکرمہ بن ابی جہل کو پانچ سو (۵۰۰) مسلم فوجیوں کے ساتھ بھیجا، یہ لوگ پہنچے تو یمن میں نجیر کا علاقہ فتح ہو چکا تھا، زیاد بن لبید (یہ اہل بدر میں سے تھے) نے ان کو مال غنیمت میں شریک کیا، امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ یہ زیاد بن لبید نے اپنے طور پر کیا تھا ورنہ حضرت ابو بکر الصديقؓ نے ان کو فرمایا تھا کہ غنیمت اسی کو ملے گی جو واقعہ میں شریک ہو⁶⁶۔

⁶⁵ - سنن البيهقي الكبرى ج ۹ ص ۵۰ حدیث نمبر: ۱۷۷۳۴ المؤلف :

أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي الناشر : مكتبة دار الباز

– مكة المكرمة ، 1414 – 1994 تحقيق : محمد عبد القادر عطا عدد

الأجزاء : 10

⁶⁶ -حوالہ بالا حدیث نمبر : ۱۷۷۳۱۔

فوج میں شریک عورتوں اور نابالغ بچوں کا حصہ

☆ فوج میں جو عورتیں باقاعدہ جنگ کے لئے نہیں بلکہ زخمیوں کی دیکھ بھال اور دوا علاج کے لئے شریک ہوں اور ان کی شرکت سے لوگوں کو فائدہ پہونچے، یا نابالغ بچے شامل ہوں امام اوزاعی کے نزدیک یہ خواتین اور بچے بھی مالِ غنیمت میں حصہ دار ہونگے، امام ابوحنیفہ^۱ باقاعدہ عورتوں اور بچوں کی حصہ داری کے قائل نہیں ہیں، البتہ بطور بخشش کے ان کو دیا جاسکتا ہے جو عام شریک فوجیوں کے حصے سے کم ہوگا، امام شافعی^۲ بھی اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے ہم خیال ہیں⁶⁷

امام اوزاعی^۳ نے خیبر والی روایت سے استدلال کیا ہے، ابو داؤد وغیرہ میں حشر بن زیاد کی دادی کی روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ ہم کچھ عورتیں خاموشی سے غزوہ خیبر میں شریک ہو گئی تھیں، رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو سخت ناراض ہوئے اور دریافت فرمایا: تمہاری شرکت کی غرض؟ ہم نے عرض کیا، مسلمانوں کی مدد کرنا، ہمت بڑھانا اور زخمیوں کا دوا علاج کرنا، جب خیبر فتح ہوا تو حضور ﷺ نے ہمیں بھی حصہ مرحمت فرمایا،⁶⁸ مگر محدثین نے اس روایت

⁶⁷ - کتاب الام ج ۹ ص ۱۸۰ -

⁶⁸ - ابو داؤد کتاب الجہاد ج ۳ ص ۳۲۳ - ۳۲۴ حدیث نمبر: ۲۴۳۳، ابن ابی شیبہ کتاب الجہاد ج ۷ ص ۲۸

کو سند کے اعتبار ضعیف اور ناقابل استدلال قرار دیا ہے⁶⁹۔

ایک اور روایت مکحول اور خالد بن معدان سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو بھی حصہ دیا، مگر بیہقی نے اس کو بھی منقطع اور ناقابل قبول قرار دیا ہے⁷⁰۔

اس مسئلہ میں سب سے مضبوط روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے جس کو حنفیہ نے اپنا مستدل بنایا ہے:

قَدْ كُنَّ يَحْضُرْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَأَمَّا أَنْ يُضْرَبَ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَلَا وَقَدْ كَانَ يُرْضَخُ لَهُنَّ.⁷¹

⁶⁹ سنن البيهقي الكبرى ج ٦ ص ٣٣٢ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي الناشر : مكتبة دار الباز - مكة المكرمة ، 1414 - 1994 تحقيق : محمد عبد القادر عطا عدد الأجزاء : 10

⁷⁰ حوالہ بالا۔

⁷¹ - : سنن أبي داود ج ٣ ص ٢٦ حديث نمبر : ٢٧٣٠ المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي - بيروت عدد الأجزاء : 4 ، مسند أبي يعلى ج ٢ ص ٢٢٣ حديث نمبر : ٢٥٥٠ المؤلف : أحمد بن علي بن المثني أبو يعلى الموصلی التميمي الناشر : دار المأمون للتراث - دمشق الطبعة الأولى ، 1404 - 1984 تحقيق : حسين سليم أسد عدد الأجزاء : 13 اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ترجمہ: عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میدان جنگ میں حاضر ہوتی تھیں مگر ان کو حصہ نہیں دیا جاتا تھا، بس بطور بخشش کچھ دے دیا جاتا تھا۔
اسی روایت کے اگلے ٹکڑے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بچوں کے حصے کی بھی نفی کی ہے:

وأنه لا حق للصبي في المغنم حتى يحتلم⁷²

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس موضوع پر بہت سی روایات موجود ہیں، اگر طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان سب کو بیان کرتا۔⁷³
جنگ میں شریک غیر مسلموں کا حصہ

☆ جمہور فقہاء کے قول کے مطابق جنگ میں بوقت ضرورت غیر مسلموں سے فوجی مدد لی جاسکتی ہے، لیکن کیا ان کو مال غنیمت میں بھی عام فوجیوں کی طرح حصہ دار بنایا جائے گا؟۔۔۔۔ حضرت امام اوزاعیؒ ان کو بھی برابر درجہ کا شریک قرار دیتے ہیں، جبکہ حنفیہ بطور بخشش کچھ دینے کے قائل ہیں باقاعدہ حصہ نہیں، امام شافعیؒ کا بھی یہی خیال ہے⁷⁴۔

امام، اوزاعیؒ نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں حضور ﷺ کی طرف سے مددگار غیر مسلموں کو مال غنیمت سے دینے کا ذکر ہے، مگر یہ تمام

⁷² -حوالہ بالا۔

⁷³ -- کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسفؒ ص ۳۸،

⁷⁴ - کتاب الام ج ۹ ص ۱۹۹ -

روایات منقطع، یا ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں، یا ان کا محمل یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کو بطور بخشش کے دیا گیا، نہ کہ بطور حصہ، اس سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت بہت صریح ہے جس کو حنفیہ نے اپنا ماخذ بنایا ہے کہ:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : اسْتَعَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِيَهُودِ قَيْنُقَاعَ فَرَضَ لَهُمْ وَلَمْ يُسْهِمْ لَهُمْ.⁷⁵

ترجمہ: حضور ﷺ نے قینقاع کے یہودیوں سے جنگ میں مدد لی مگر ان کو باقاعدہ حصہ دار نہیں بنایا، بلکہ بطور بخشش کے دیا۔

☆ امام اوزاعی غیر مسلموں کے حق میں کافی نرم گوشہ رکھتے ہیں، اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ غیر مسلم سرزمین پر مسلمانوں کی جنگی کارروائی کے دوران کوئی غیر مسلم اسلام قبول کر لے اور مسلم فوج سے آملے، تو خواہ وہ اختتام جنگ کے بعد آیا ہو لیکن اگر مال غنیمت کی تقسیم باقی ہے تو اس نو مسلم کو بھی اس میں حصہ دار بنایا جائے گا،۔۔۔ حنفیہ کے نزدیک جب تک کہ وہ جنگ میں حصہ نہ لے اسے مال غنیمت میں حصہ دار نہیں بنایا جائے گا، امام شافعیؒ اس مسئلے میں بھی

⁷⁵ - السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج 9 ص 36 حديث نمبر: 18332

المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني المحقق : الناشر : مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ببلدة حيدر آباد الطبعة : الطبعة :

حنفیہ کے ہم خیال ہیں⁷⁶۔

امام ابو یوسفؒ اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک طرف امام اوزاعی پیچھے سے آنے والی کمک کو مال غنیمت میں حصہ دار نہیں بناتے، مگر بغیر شرکت جنگ کے نو مسلم کو حصہ دار قرار دیتے ہیں، حیرت انگیز بات ہے⁷⁷

☆ اسی ضمن میں ایک اور مسئلہ قابل ذکر ہے کہ دارالحرب میں (جبکہ مسلمانوں کی جنگی مہم وہاں جاری ہو) کسی مسلم تاجر سے متاثر ہو کر اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کر لے اور پھر یہ دونوں لشکر کے ساتھ آلیں، تو امام اوزاعیؒ اس صورت میں بھی دونوں کو مال غنیمت کا حقدار قرار دیتے ہیں، حنفیہ اور شافعیہ بغیر شرکت جنگ کے مال غنیمت میں حصہ داری کے قائل نہیں ہیں، جو اصول کے مطابق ایک معقول بات ہے⁷⁸۔

جنگ میں مقتول دشمن کا سامان

☆ جنگ میں کوئی مسلمان کسی دشمن کو قتل کرتا ہے تو اس کا ساز و سامان امام اوزاعیؒ کے نزدیک قاتل کو ملے گا، ان کے نزدیک یہی دستور جنگ ہے، جبکہ حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ اگر امام نے اس طرح کا پیشگی کوئی اعلان

⁷⁶ - کتاب الام ج ۹ ص ۲۰۴ -

⁷⁷ - کتاب الرد علی سیر الاوزاعی للامام ابی یوسفؒ ص ۴۳، ۴۵ -

⁷⁸ - حوالہ بالا ص ۴۵ -

نہ کیا ہو تو مقتول کا سامان بھی مالِ غنیمت میں شامل ہو گا اور تمام شرکاء میں تقسیم کیا جائے گا، البتہ کسی جنگ میں حربی مصالح کے تحت امیر کی طرف سے پیشگی اعلان کر دیا جائے کہ جو جس کو قتل کرے گا اس کا ساز و سامان اسے ہی دیا جائے گا، تو صرف اس جنگ کی حد تک یہ اعلان مؤثر ہو گا، مگر یہ دائمی دستور نہیں بنے گا⁷⁹۔۔۔۔

رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر وغیرہ کے موقعہ پر قاتلوں کے لئے مقتول کے سامان کا پیشگی اعلان فرمایا تھا اس لئے قتل کرنے والوں کو مقتول کا سامان دلوا یا گیا حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تھا:

من قتل قتيلا له عليه بينة فله سلبه⁸⁰۔

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی پیشگی اعلان کے بغیر مقتولین کا سامان قاتلوں کو دیا گیا ہو۔

⁷⁹ - بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ۱۵ ص ۳۳۷ تأليف: علاء الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي 587هـ - دار الكتب العلمية - بيروت - لبنان الطبعة الثانية 1406هـ - 1986م محمد عارف بالله القاسمي

⁸⁰ - الجامع الصحيح المختصر ج ۳ ص ۱۱۴۴ حدیث نمبر: ۲۹۷۳ المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت الطبعة الثالثة، 1407 - 1987 تحقيق: د. مصطفى ديب البغا

أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة - جامعة دمشق عدد الأجزاء: 6 مع الكتاب: تعليق د. مصطفى ديب البغا

قیدیوں کی امان کا مسئلہ

☆ فوج نے دارالحراب سے چند قیدیوں کو گرفتار کیا جن میں عورتیں اور بچے وغیرہ بھی تھے اور ان کو دارالاسلام لے آئے، اور حسب ضابطہ مال غنیمت میں شامل کر دیا گیا، اب مسلمانوں میں سے ایک دو آدمی دعویٰ کرتے ہیں کہ فلاں اور فلاں یا ان سب کو میں نے پہلے ہی امان دے رکھی ہے، تو اس صورت حال میں ان کی بات کی تصدیق کی جائے گی یا نہیں؟

امام اوزاعیؒ کی رائے میں ان مسلمانوں کی تصدیق کی جائے گی اور تمام متعلقہ قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا، اس لئے کہ قیدیوں کے بارے میں اسلامی ہدایت یہ ہے کہ مسلمانوں کے ادنیٰ سے ادنیٰ فرد کی امان بھی قابل قبول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَذْنَاهُمْ⁸¹

ترجمہ: مسلمانوں کے خون کی مکافات کی جائے گی اور ان کے ادنیٰ فرد کے ذمہ کی رعایت کی جائے گی۔

حدیث میں کوئی قید نہیں ہے کہ ثبوت لیکر آئے تب اس کی امان قبول کی جائے گی۔

⁸¹ - سنن أبي داود ج 3 ص 332 حدیث نمبر: 2753 المؤلف: أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر: دار الكتاب العربي — بيروت عدد الأجزاء: 4

ان کے بالمقابل حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ اس صورت حال میں بغیر معتبر ثبوت کے ان کی تصدیق نہیں کی جائے گی، درست ہے کہ امان کے معاملے میں ہر مسلمان کا ذمہ قابل قبول ہے، اور یہ اس کے ذمہ کو چیلنج نہیں ہے، بلکہ صورت حال کی تحقیق ہے، آخر ایک فاسق شخص کی بات کیوں معتبر نہیں ہوتی؟ کوئی عورت یا نابالغ بچہ امان دے، یا قیدیوں کے ساتھ جس کی سابقہ قرابت قائم ہو وہ اگر دعویٰ امان کرے تو بغیر ثبوت کے ان حضرات کا دعویٰ معتبر نہیں ہوتا،۔۔۔ جب کہ یہ سب مسلمان ہیں، یہاں قیدی مال غنیمت کا حصہ بن چکے ہیں، مسلمانوں کا حق ان سے وابستہ ہو چکا ہے، اب ان کا دعویٰ امان ظاہر حال کے خلاف ہے، اس لئے تحقیق حال ضروری ہے، اور جب بھی ظاہر حال کے خلاف کوئی دعویٰ سامنے آئے گا اس کی تحقیق کی جائے گی اور بغیر ثبوت کے اس کا اعتبار نہ ہو گا، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ بدر کے قیدیوں میں ایک قیدی حضرت عباسؓ نے اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا، تاکہ ان کو فدیہ سے مستثنیٰ کر دیا جائے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ أعلم یا سلامك ، إن يك ما تقول حقا فالله يجزيك به ،
فأما ظاهر ك فکان علينا ، فافد نفسك «

ترجمہ: اللہ کو آپ کے اسلام کی زیادہ خبر ہے، اگر یہ سچ ہے تو اللہ آپ کو اس کا بدلہ دے گا، لیکن ہمارے سامنے آپ کی جو ظاہری صورت حال ہے اس میں آپ کو فدیہ سے مستثنیٰ نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح حضرت عباسؓ کا بیس (۲۰) اوقیہ سونا ضبط ہو کر مال غنیمت میں شامل ہو گیا تھا، حضرت عباس نے کہا کہ اس کو میرے فدیہ میں شمار کر لیا جائے، ان کی یہ درخواست بھی مسترد کر دی گئی، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا ذلك شيء أعطانا الله منك

ترجمہ: نہیں، یہ تو اللہ نے آپ سے ہمیں عطا فرمایا ہے۔

حضرت عباسؓ کو الگ سے پورا فدیہ ادا کرنا پڑا، اور ان کا دعوائے اسلام اور مال غنیمت میں ضبط شدہ ان کا مال ان کی ذات میں کام نہ آیا⁸² زیر بحث مسئلہ کے لئے یہ ایک بہترین نمونہ ہے۔

جنگ کے وقت اگر دشمن مسلم بچوں کو ڈھال بنالیں

☆ قلعہ کے محاصرہ یا جنگ کے وقت اگر دشمن مسلم قیدی بچوں کو ڈھال کے طور پر سامنے رکھ لیں تاکہ مسلمانوں کے حملے سے وہ بچ سکیں، ایسے موقع پر لشکر اسلامی کو حملہ روک دینا چاہئے یا حملہ جاری رکھنا چاہئے؟۔۔۔ امام اوزاعیؒ کے نزدیک ایسی صورت حال میں مسلمانوں کو حملہ بند کر دینا چاہئے، اس لئے کہ اس صورت میں خود مسلمان معصوم بچوں کو اپنے ہاتھوں شہید کر دینا لازم

⁸² - دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني ج ۱ ص ۴۹۳ حدیث نمبر: ۳۹۶ المؤلف :

أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد الاصبهاني (المتوفى : 430هـ)

آئے گا، قرآن کریم میں اس کی ممانعت آئی ہے:

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ تَطَّوَّهُمْ فِتْنَتِيكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَةٌ بَغَيْرِ عِلْمٍ⁸³۔

ترجمہ: اگر مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے، کہ ان کو تم روند ڈالو، اور ان کی وجہ سے تم کو انجانے میں کوئی مصیبت پہنچے۔

حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ جنگی حکمت عملی یہ ہے کہ حملہ جاری رکھا جائے، یہ دشمن کی چال ہے جو مسلمانوں کو مجبور کرنے اور جنگ کو ٹالنے کے لئے اختیار کی جاتی ہے،۔۔۔ امام اوزاعی کی طرف سے آیت کریمہ غلط موقعہ پر پیش کی گئی ہے، اس لئے کہ اگر مسلمان بچوں کو قتل اور زخمی کرنا ناجائز ہے، تو خود کفار کے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کے قتل سے بھی شریعت میں منع کیا گیا ہے،⁸⁴ تیر، بندوق، منجنيق یا میزائل میں بچے، عورتیں اور بوڑھے، بیمار سب زد میں آتے ہیں، تو پھر جنگ ہی نہ کی جائے؟ جبکہ خود رسول اللہ ﷺ نے کھلے میدان میں بھی جنگ کی ہے، قلعوں پر بھی حملوں کی اجازت دی ہے، خود آپ ﷺ نے اہل طائف کا مسلسل سترہ (۱۷) دنوں یا ایک ماہ تک محاصرہ فرمایا، اور بعض روایات

⁸³۔ الفتح: ۲۵

⁸⁴ - الجامع الصحيح المختصر ج ۳ ص ۱۰۹۸ حدیث نمبر: ۲۸۵۲ المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري الجعفي الناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت الطبعة الثالثة، 1407 - 1987

میں جن کو علامہ عقیلیؒ نے حضرت علیؓ کے حوالے سے موصولاً نقل کیا ہے، نیز متعدد طرق سے مرسلًا بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان پر منجیق نصب فرمائی⁸⁵۔

اسکندریہ پر حضرت عمرو بن العاصؓ کا منجیق نصب کرنا تو بہر حال ثابت ہے⁸⁶۔

اسی طرح قیساریہ کی فتح بھی حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں ہوئی، اس میں ساٹھ (۶۰) منجیق روزانہ پھینکی جاتی تھی، امیر لشکر حضرت معاویہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ تھے⁸⁷۔

⁸⁵ کتاب الرد علی سیر الاوزاعی حاشیة الافغانی ج ۱ ص ۶۷، السنن الكبرى للبيهقي ج ۴ ص ۲۵۰ حدیث نمبر: ۱۸۵۸۶ المؤلف : أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخسروجردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى : 458هـ)

⁸⁶ - : بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث بن أبي أسامة [186 – 282] ج ۲ ص ۶۸۴ حدیث نمبر: ۶۶۶ المؤلف : نور الدين الهيثمي [807] الخقق : د. حسين أحمد صالح الباكري الناشر : مركز خدمة السنة والسيرة النبوية - المدينة المنورة الطبعة : الأولى ، 1413 – 1992 عدد الأجزاء : 2

⁸⁷ - سنن البيهقي الكبرى ج ۹ ص ۸۴ حدیث نمبر : ۱۷۹۰۱ المؤلف :

أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي

دارالہرب میں امیر لشکر کا اسلامی سزائیں جاری کرنا

☆ دارالہرب میں جنگ کے دوران اگر اہل لشکر میں سے کسی سے کوئی ایسا جرم سرزد ہو جائے، جس کے بارے میں حد وارد ہوئی ہے تو کیا امیر لشکر اپنے طور پر مجرم پر اسلامی حد جاری کر سکتا ہے؟

امام اوزاعیؒ امیر لشکر کو امیر شہر کا قائم مقام قرار دے کر اسلامی حد جاری کرنے کا اختیار دیتے ہیں، لیکن حنفیہ امیر لشکر کو یہ اختیار نہیں دیتے، ان کے نزدیک امیر شہر کی اجازت کے بغیر اجراء حد کی کاروائی نہیں کی جاسکتی، دارالہرب میں حد جاری کرنے کا سب سے بڑا قومی خطرہ یہ ہے کہ مجرم بد دل ہو کر اہل حرب سے مل سکتا ہے، یہاں شیطانی تحریض کے مواقع زیادہ ہیں، اسی لئے حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عمیر بن سعید الانصاریؓ دارالہرب میں حد جاری کرنے سے روکتے تھے، اور اس خطرہ کی طرف اشارہ فرماتے تھے⁸⁸۔

دوران جنگ دشمن کے درختوں کو کاٹنا

☆ امام اوزاعی کے نزدیک جنگ کے دوران دشمن کے علاقے میں ہرے درختوں اور کھیتوں کو کاٹنے اور جلانے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ

الناشر : مكتبة دار الباز - مكة المكرمة ، 1414 - 1994 تحقيق : محمد

عبد القادر عطا عدد الأجزاء : 10

⁸⁸ - كتاب الرد على سيرة الازواعی ج ١ ص ٨٢،

فساد برپا کرنا ہے اور قرآن کریم میں فساد برپا کرنے سے منع کیا گیا ہے:
 وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ
 وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ⁸⁹

ترجمہ: اور جب تمہارے پاس سے واپس جائیں تو زمین میں فساد مچانے
 اور کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرنے کی کوشش کریں، اللہ پاک فساد کو ناپسند
 فرماتے ہیں

نیز حضرت ابو بکر الصديقؓ نے یزید بن ابی سفیان کو شام کی طرف روانہ
 کرتے ہوئے وصیت فرمائی:

لَا تَقْطَعُوا شَجْرًا وَلَا تَخْرِبُوا وَلَا تَفْسِدُوا ضَرْعًا⁹⁰
 ترجمہ: کسی درخت کو نہ کاٹنا، تباہی نہ مچانا، کسی دودھ دینے والے تھن کو
 خراب نہ کرنا۔

لیکن حنفیہ کے نزدیک اگر کامیابی کی کوئی اور صورت نہ ہو تو جنگی حکمت
 عملی کے طور پر کفر کی شوکت توڑنے کے لئے درختوں وغیرہ کو کاٹنے کی اجازت
 ہے، اس لئے کہ بنو قریظہ سے جنگ کے وقت خود قرآن کریم نے اس کی اجازت
 دی اور مسلمانوں نے اس پر عمل کیا:

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَبَنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ

⁸⁹ - البقرة: 205

⁹⁰ - حوالہ بالا حاشیة الافغانی ص ۸۷ -

اللَّهِ وَيُخْزِي الْفَاسِقِينَ⁹¹.

ترجمہ: جو تم نے کھجور کے درخت کاٹ دیئے یا ان کی جڑوں پر کھڑے
چھوڑ دیئے وہ اللہ کے حکم سے ہے تاکہ گنہ گاروں کو رسوائی کا سامنا ہو۔

البتہ اگر اسلامی افواج کے غلبہ کی امید ہو تو اس طرح کی حرکتوں کی
اجازت نہیں دی جائے گی، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ممانعت اسی پر محمول کی گئی
ہے، اس لئے کہ اسی وصیت میں ان کا یہ جملہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ:

فان الله ناصرکم علیہم

ترجمہ: اللہ پاک تم کو غلبہ دینے والے ہیں۔

یہی جواب امام محمد نے السیر الکبیر میں دیا ہے⁹²۔

دارالاسلام میں ویزہ لیکر آنے والا شخص جرائم کا مرتکب ہو

☆ ویزہ لیکر آنے والا شخص اگر کسی شدید جرم مثلاً زنا اور چوری وغیرہ کا
مرتکب ہو جائے تو کیا دارالاسلام کے قانون کے مطابق اس پر حد جاری کی جائے
گی؟۔۔۔ امام اوزاعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اسلامی قانون کے مطابق اس کو سزا دی
جائے گی،۔۔۔ جبکہ حنفیہ کے نزدیک ویزہ لیکر آنے والا شخص اسلامی قانون کا
پابند نہیں ہے، اور نہ اس سے یا اس کے ملک سے اس طرح کا معاہدہ ہے اس لئے

⁹¹۔سورہ حشر : ۵ ۔

⁹² بحوالہ مبسوط امام سرخسی ج ۱۰ ص ۳۱، و کتاب الرد

علی سیر الاوزاعی حاشیة الافغانی ج ۱ ص ۸۲،

اسلامی حدود اس پر جاری نہیں ہو سکتیں، جس طرح کہ دارالہرب کے سفراء اسلامی حدود سے مستثنیٰ ہیں، جب تک کہ آدمی اسلامی شہریت اور دارالاسلام کی قانونی اطاعت قبول نہ کر لے، اس وقت تک اسے اسلامی قوانین کا پابند نہیں کیا جاسکتا⁹³۔

دارالہرب میں سودی کاروبار

☆ امام اوزاعی کے نزدیک اگر کوئی مسلمان دارالہرب میں ویزہ لیکر داخل ہو اور وہاں غیر مسلموں سے سودی معاملات یا عقد فاسد کرے تو یہ جائز نہیں، اس لئے کہ سود مسلمان کے لئے حرام ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر تمام سودی معاملات کو کالعدم قرار دیا اور سب سے پہلے حضرت عباسؓ کے سود کو کالعدم فرمایا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ، ابراہیم نخعی اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک دارالہرب میں جو سودی معاملات یا عقود فاسدہ غیر مسلموں کی مرضی سے کیا جائے جس میں کسی قسم کا فریب نہ دیا گیا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ دارالہرب کے کفار قانون اسلامی کے پابند نہیں ہیں، اور یہ ان کے قانون کے مطابق جرم نہیں ہے،۔۔۔ حضرت عباسؓ کے سود کو حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ممنوع قرار دیا، جبکہ حضرت عباسؓ بدر سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے

⁹³ - کتاب الرد علی سیر الاوزاعی ج ۱ ص ۹۶،

تھے، اور مکہ والوں سے ان کا سودی کاروبار جاری تھا، لیکن حضور ﷺ نے ان کو نہیں روکا، البتہ جب مکہ دارالاسلام بن گیا تب آپ نے اس پر پابندی عائد فرمائی، یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ دارالحرب میں سودی کاروبار کی گنجائش ہے

94

امام ابو یوسفؒ واحد اس مقام پر اپنے استاذ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بجائے امام اوزاعیؒ کے ساتھ کھڑے ہیں، لیکن امام ابو حنیفہؒ کی رائے کو مدلل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس مسئلے میں امام اوزاعیؒ کے ہم خیال ہونے کے باوجود اپنے استاذ کے دفاع میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔

اسلام چھوڑ کر نصرانیت یا یہودیت قبول کرنے والے کا حکم
☆ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی ہو جائے اور کسی یہودی یا عیسائی ملک چلا جائے اور وہاں کا شہری بن جائے، تو ذبیحہ اور نکاح کے معاملے میں اس کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا؟

امام اوزاعیؒ کے نزدیک جو جس قوم میں شامل ہو جاتا ہے وہ اسی کے حکم

94 - الجامع الصحیح المسمی صحیح مسلم ج ۴ ص ۳۹ حدیث نمبر: ۳۰۰۹

المؤلف: أبو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري الخقق

:الناشر: دار الجليل بيروت + دار الأفاق الجديدة - بيروت الطبعة: عدد

الأجزاء: ثمانية أجزاء في أربع مجلدات، كتاب الرد على سير الاوزاعي

حاشية الافغانى ج ۱ ص ۹۶، احكام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۴۱،

میں ہوتا ہے، اس لئے یہودیت یا نصرانیت اختیار کرنے کے بعد اب اس کے ساتھ بھی اہل کتاب کا معاملہ کیا جائے گا، اور اس کا ذبیحہ اور اس کی عورت سے نکاح کرنا درست ہو گا۔

حنفیہ کے نزدیک اسلام سے ارتداد کے بعد خواہ وہ کوئی مذہب اختیار کر لے وہ مرتد ہی رہے گا، اگر ملک میں ہے اور اسلام کی طرف واپس نہیں آتا تو واجب القتل ہے، اور اگر ملک چھوڑ کر جا چکا ہے، تب بھی اس کا ذبیحہ اور اس طرح کی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے، اہل کتاب صرف وہ لوگ ہیں جو پیدائشی اہل کتاب ہوں یا اسلام کو چھوڑ کر اس مذہب میں نہ آئے ہوں⁹⁵۔

امام مالک اور امام شافعیؒ کی رائے بھی یہی ہے⁹⁶۔

⁹⁵ - السیر الصغیر للامام محمد ج ۱ ص ۱۹ هذه النسخة بتحقیق وتعلیق د. محمود أحمد غازی ونشرو طبع و توزیع: مجمع البحوث الإسلامية، الجامعة الإسلامية العالمية إسلام آباد 1419ھ / 1998م ، لسان الحکام فی معرفة الأحکام ج ۱ ص ۳۸۱ إبراهيم بن أبي الیمن محمد الحنفی الناشر البابی الحلبي سنة النشر 1393 - 1973 مکان النشر القاهرة عدد الأجزاء 1

⁹⁶ - البیان والتحصیل والشرح والتوجیه والتعلیل لمسائل المستخرجة ج ۱۶ ص ۳۳۶ المؤلف : أبو الولید محمد بن أحمد بن رشد القرطبي (المتوفى : 450ھ) حقه : د محمد حجي وآخرون الناشر : دار الغرب الإسلامي، بیروت - لبنان الطبعة : الثانية ، 1408 ھ - 1988 م عدد الأجزاء :

امام

اوزاعیؒ کی کتاب میں ان کے علاوہ اور بھی کئی نظریات موجود ہیں جن پر بحث کی جاسکتی ہے، اور ان سے علمی استفادہ کیا جاسکتا ہے، لیکن نمونہ کے طور پر جو کچھ عرض کیا گیا ان سے امام اوزاعیؒ کے مسلکی رخ اور بین الاقوامی مسائل میں ان کے ذوق و مزاج کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، وہ ایک وسیع النظر فقیہ اور اسلام

20 (18) و مجلدان للفہارس)، تہذیب مسائل المدونة ج ۱ ص ۲۴۸ المسمی

التہذیب فی اختصار المدونة تصنیف

أبي سعيد خلف بن أبي القاسم القيرواني البراذعي [من علماء القرن الرابع
الهجري] تحقيق وتعليق: أبو الحسن أحمد فريد المزيدي ، مواهب الجليل

لشرح مختصر الخليل ج ۳ ص ۳۲۰ المؤلف : شمس الدين أبو عبد الله محمد بن
محمد بن عبد الرحمن الطرابلسي المغربي ، المعروف بالخطاب الرُعيني (المتوفى :
954ھ) المحقق : زكريا عميرات الناشر : دار عالم الكتب الطبعة : طبعة

خاصة 1423ھ - 2003م ، الأم ج ۶ ص ۱۶۴ محمد بن إدريس الشافعي

أبو عبد الله سنة الولادة 150 / سنة الوفاة 204 الناشر دار المعرفة سنة
النشر 1393 مكان النشر بيروت عدد الأجزاء 8*4 ، الحاوي في فقه

الشافعي ج ۱۳ ص ۱۶۸ المؤلف : أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن

حبيب البصري البغدادي، الشهير بالماوردي (المتوفى : 450ھ) الناشر :

دار الكتب العلمية الطبعة : الأولى 1414ھ - 1994 عدد الأجزاء :

18 من غير المقدمة والفہارس ،

کے زبردست داعی اور نقیب تھے جن کے نظریات اسلامی قانون کی ابدیت اور
حقانیت کے آئینہ دار ہیں، فجز اہم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین -

اختر امام عادل قاسمی

خادم جامعہ ربانی منور و اشرف سمسٹی پور بہار